

# اسلامی نظام معاشرت ۳

## تحفظات

یہ اسلامی نظام معاشرت کا پورا خاکہ تھا۔ اب آگے بڑھنے سے پہلے اس خاکے کی اہم خصوصیات کو پھر ایک نظر دیکھ لیجیے۔

(۱) اس نظام کا منشا یہ ہے کہ اجتماعی ماحول کو حتی الامکان شہوانی ہيجانات اور تحریکات سے پاک رکھا جائے، تاکہ انسان کی ذہنی و جسمانی قوتوں کو ایک پاکیزہ اور پرسکون فضا میں نشوونما اور تقاریر کا موقع ملے اور وہ اپنی محفوظ اور مجتمع قوت کے ساتھ تعمیر قدن میں اپنے حصہ کا کام انجام دیکے۔

(۲) صنفی تعلقات تمام تر دائرہ ازدواج میں محدود ہوں اور اس دائرے کے باہر نہ صرف انتشار عمل کو روکا جائے، بلکہ انتشار خیال کا بھی امکانی حد تک سد باب کر دیا جائے۔

(۳) عورت کا دائرہ عمل مرد کے دائرہ سے الگ ہو، دونوں کی فطرت اور ذہنی و جسمانی استعداد کے لحاظ سے تمدن کی الگ الگ خدمات ان کے سپرد کی جائیں، اور ان کے تعلقات کی تنظیم اس طور پر کی جائے کہ وہ جائز حدود کے اندر ایک دوسرے کے مددگار ہوں، مگر حدود سے تجاوز کر کے کوئی کسی کے کام حلال انداز نہ ہو سکے۔

(۴) خاندان کے نظم میں مرد کی حیثیت قوام کی ہو اور گھر کے تمام افراد صاحب خانہ کے تابع ہیں۔

(۵) عورت اور مرد دونوں کو پورے انسانی حقوق حاصل ہوں، اور دونوں کو ترقی کے بہتر سے بہتر مواقع ہم پہنچائے جائیں، مگر دونوں میں سے کوئی بھی ان حدود سے تجاوز نہ کر سکے جو معاشرت میں

اس کے لیے مقرر کر دی گئی ہیں۔

اس نکتے پر جس نظام معاشرت کی تاسیس کی گئی ہے اُس کو چند ایسے تحفظات کی ضرورت ہے جن سے اس کا نظم اپنی جملہ خصوصیات کے ساتھ برقرار رہے۔ اسلام میں یہ تحفظات تین قسم کے ہیں۔

۱- اصلاح باطن

۲- تعزیری قوانین

۳- انسدادی تدابیر

یہ تینوں تحفظات نظام معاشرت کے مزاج اور اسکے مقاصد کی ٹھیک ٹھیک مناسبت ملحوظ رکھ کر تجویز کیے گئے ہیں، اور مل جل کر اسکی حفاظت کرتے ہیں۔

اصلاح باطن کے ذریعے سے انسان کی تربیت اس طور پر کی جاتی ہے کہ وہ خود بخود اس نظام معاشرت کی اطاعت پر آمادہ ہو، عام اس سے کہ خارج میں کوئی طاقت اس کو اطاعت پر مجبور کرنے والی ہو یا نہ ہو۔

تعزیری قوانین کے ذریعے سے ایسے جرائم کا سدباب کیا جاتا ہے جو اس نظام کو توڑنے اور اس کے ارکان کو منہدم کرنے والے ہیں۔

انسدادی تدابیر کے ذریعے سے اجتماعی زندگی میں ایسے طریقے رائج کیے گئے ہیں جو سوسائٹی کے ماحول کو غیر طبعی بیجانا اور مصنوعی تحریکات سے پاک کر دیتے ہیں اور صنفی انتشار کے امکانات کو کم سے کم حد تک گھٹا دیتے ہیں۔ اخلاقی تعلیم سے جن لوگوں کی اصلاح باطن مکمل نہ ہوئی ہو، اور جن کو تعزیری قوانین کا خوف بھی نہ ہو، انکی راہ میں یہ طریقے ایسی رکاوٹیں ڈال دیتے ہیں کہ صنفی انتشار کی جانب میلان رکھنے کے باوجود ان کے لیے عملی اقدام بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ علاوہ بریں یہی وہ طریقے ہیں جو عورت اور مرد کے دائروں کو عملاً الگ کرتے ہیں، خاندان کے نظم کو اسکی صحیح اسلامی صورت

پر قائم کرتے ہیں، اور ان حدود کی حفاظت کرتے ہیں جو عورتوں اور مردوں کی زندگی میں امتیاز قائم رکھنے کے لیے اسلام نے مقرر کی ہیں۔

### اصلاح باطن

اسلام میں اطاعتِ امر کی بنیاد کلیتہً ایمان پر رکھی گئی ہے۔ جو شخص خدا اور اسکی کتاب اور اسکے رسول پر ایمان رکھتا ہو وہی شریعت کے اوامر و نواہی کا اصلی مخاطب ہے، اور اسکو اوامر کا مطیع اور نواہی سے مجتنب بنانے کے لیے صرف یہ علم ہو جانا کافی ہے کہ فلاں امر خدا کا امر ہے اور فلاں نہی خدا کی نہی ہے۔ پس جب ایک مومن کو خدا کی کتاب سے یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ فحش اور بدکاری سے منع کرتا ہے تو اسکے ایمان کا اقتضا یہی ہے کہ وہ اس سے پرہیز کرے اور اپنے دل کو بھی اسکی طرف مائل ہونے سے پاک رکھے۔ اسی طرح جب ایک مومن عورت کو یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ اور اسکے رسول نے معاشرت میں اسکے لیے کیا حیثیت مقرر کی ہے تو اس کے بھی ایمان کا اقتضا یہی ہے کہ وہ برضا و رغبت اس حیثیت کو قبول کرے، اور اپنی حد سے تجاوز نہ کرے۔ اس لحاظ سے زندگی کے دوسرے شعبوں کی طرح اخلاق اور معاشرت کے دائرے میں بھی اسلام کے صحیح اور کامل اتباع کا مدار ایمان پر ہے اور یہی وجہ ہے کہ اسلام میں اخلاق اور معاشرت کے متعلق ہدایات دینے سے پہلے ایمان کی طرف دعوت دی گئی ہے اور دلوں میں اسکو راسخ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

یہ تو اصلاح باطن کا وہ اساسی ذریعہ ہے جس کا تعلق صرف اخلاقیات ہی سے نہیں بلکہ پورے نظامِ اسلامی سے ہے۔ اسکے بعد خاص کر اخلاق کے دائرے میں اسلام نے تعلیم و تربیت کا ایک نہایت چمکانا طریقہ اختیار کیا ہے جس کو مختصراً ہم یہاں بیان کرتے ہیں۔

حیوانی پہلے اشارۃً یہ کہا جا چکا ہے کہ زنا اور چوری اور جھوٹ اور تمام دوسرے معاصی جن کا ارتکاب فطرتِ حیوانی کے غلبہ سے انسان کرتا ہے، اسبکے سب فطرتِ انسانی کے خلاف ہیں۔ قرآن ایسے

تمام افعال کو منکر کے جامع لفظ سے تعبیر کرتا ہے۔ منکر کا لفظی ترجمہ ”مجهول“ یا ”غیر معروف“ ہے۔ ان افعال کو منکر کہنے کا مطلب یہ ہوا کہ یہ ایسے افعال ہیں جن سے فطرت انسانی آشنا نہیں ہے۔ اب یہ ظاہر ہے کہ جب انسان کی فطرت ان سے نا آشنا ہے، اور حیوانی طبیعت اس پر زبردستی هجوم کر کے اس کو ان افعال کے ارتکاب پر مجبور کرتی ہے، تو خود انسان ہی کی فطرت میں کوئی ایسی چیز بھی ہونی چاہیے جو تمام منکرات سے نفرت کرنے والی ہو۔ شایع حکیم نے اس چیز کا پتہ چلا لیا ہے۔ وہ اسکو ”حیاء“ سے تعبیر کرتا ہے۔

حیاء کے معنی شرم کے ہیں۔ اسلام کی مخصوص اصطلاح میں حیاء سے مراد وہ ”شرم“ ہے جو کسی امر منکر کی جانب مائل ہونے والا انسان خود اپنی فطرت کے سامنے اور اپنے خدا کے سامنے محسوس کرتا ہے۔ یہی حیاء وہ قوت ہے جو انسان کو فشار اور منتشر کا اقدام کرنے سے روکتی ہے اور اگر وہ جبلت حیوانی کے غلبہ سے کوئی برا فعل کر گذرتا ہے تو یہی چیز اسکے دل میں چٹکیاں یعنی ہے۔ اسلام کی اخلاقی تعلیم و تربیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ حیاء کے اسی چھپے ہوئے ماڈے کو فطرت انسانی کی گہرائیوں سے نکال کر عظیم فہم اور شعور کی غذا سے اسکی پرورش کرتی ہے، اور ایک مضبوط احساسہ اخلاقی بنا کر اسکو نفس انسانی میں ایک کوتوال کی حیثیت سے متعین کر دیتی ہے۔ یہ ٹھیک ٹھیک اُس حدیث نبوی کی تعبیر ہے جس میں ارشاد ہوا ہے کہ لکل دین خلق و خلق الا سلام والحیاء۔ ”ہر دین کا ایک خلق ہوتا ہے، اور اسلام کا خلق حیاء ہے۔“ اور وہ حدیث بھی اسی مضمون پر روشنی ڈالتی ہے جس میں سرکارِ رسالتؐ نے فرمایا ہے کہ اذا لم تستح فاصنع ما شئت۔ ”جب تجھ میں حیاء نہیں تو جو تیرا جی چاہے کر“ کیونکہ جب حیاء نہ ہوگی تو خواہش جس کا مبدأ جبلت حیوانی ہے، پنچ پر غالب آجائے گی، اور کوئی منکر تیرے لیے منکر ہی نہ رہے گا۔

انسان کی فطری حیاء ایک ایسے اُن گھڑ ماڈے کی حیثیت رکھتی ہے جس نے ابھی کوئی صورت اختیار نہ کی ہو۔ وہ تمام منکرات سے بالطبع نفرت تو کرتی ہے، مگر اس میں سمجھ بوجھ نہیں ہے،

اس وجہ سے وہ نہیں جانتی کہ کسی خاص فعل منکر سے اس کو کس لیے نفرت ہے۔ یہی نادوستگی زدہ رفتہ رفتہ اسکے احساسِ نفرت کو کمزور کر دیتی ہے حتیٰ کہ حیوانیت کے غلبہ سے انسان منکرات کا ارتکاب کرنے لگتا ہے اور اس ارتکاب کی سپہم نگرار آخر کار حیار کے احساس کو بالکل باطل کر دیتی ہے۔ اسلام کی اخلاقی تعلیم کا مقصد اسی نادانی کو دور کرنا ہے۔ وہ اسکو نہ صرف کھلے ہوئے منکرات کے روشناس کراتی ہے، بلکہ نفس کے چورخانوؤں تک میں نیشوں اور ارادوں اور خواہشوں کی جو برائیاں چھپی ہوئی ہیں انکو بھی اس کے سامنے نمایاں کر دیتی ہے، اور ایک ایک چیز کے مفسدوں سے اسکو خبردار کرتی ہے تاکہ وہ علیٰ وجہ البصیرت اس سے نفرت کرے۔ پھر اخلاقی تربیت اس تعلیم یافتہ شرم و حیا کو اس قدر حساس بنا دیتی ہے کہ منکر کی جانب ادنیٰ سے ادنیٰ میلان بھی اُس سے مخفی نہیں رہتا، اور نیت و خیال کی ذرا سی لغزش کو بھی وہ تنبیہ کیے بغیر نہیں چھوڑتی۔

اسلامی اخلاقیات میں حیا کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ زندگی کا کوئی شعبہ اس سے چھوٹا ہوا نہیں چھاپتا۔ تمدن و معاشرت کا جو شعبہ انسان کی منفی زندگی سے تعلق رکھتا ہے اُس میں بھی اسلام اصلاحِ اخلاق کے لیے اسی چیز سے کام لیا ہے۔ وہ منفی معاملات میں نفسِ انسانی کی نازک سے نازک چوریوں کو پکڑ کر حیا کو اُن سے خبردار کرتا ہے اور انکی نگرانی پر مامور کر دیتا ہے۔ یہاں تفصیل کا موقع نہیں اس لیے ہم صرف چند مثالوں پر اکتفا کریں گے۔

دل کے چور قانون کی نظریں زنا کا اطلاق صرف جسمانی اتصال پر ہوتا ہے۔ مگر اخلاق کی نظریں دائرہ ازواج کے باہر صنفِ مقابل کی جانب ہر میلان، ارادے اور نیت کے اعتبار سے زنا ہے۔ اجنبی کے حسن سے آنکھ کا لطف لینا، اسکی آواز سے کانوں کا لذت یاب ہونا، اس سے گفتگو کرنے میں زبان کا لوچ کھانا، اسکے کوچے کی خاک چھانسنے کے لیے قدموں کا بار بار اٹھنا، یہ سب زنا کے مقدمات اور خود معنوی حیثیت سے زنا ہیں۔ قانون اس زنا کو نہیں پکڑ سکتا۔ یہ دل کا چور ہے اور صرف دل ہی کا

کو تو اہل اسکو گرفتار کر سکتا ہے۔ حدیث نبوی اسکی مخبری اس طرح کرتی ہے:-

العینان تزنیان و زناهما النظر  
والیدان تزنیان و زناهما البطنش  
والرجلان تزنیان و زناهما المشی  
و زنا اللسان المنطق و النفس تنتمی و  
تشتعی و الفرج یمصدق ذالک کلہ و  
یکذبہ۔

آنکھیں زنا کرتی ہیں اور ان کی زنا نظر ہے۔  
اور ہاتھ زنا کرتے ہیں اور انکی زنا دست درازی ہے  
اور پاؤں زنا کرتے ہیں اور ان کی زنا اس راہ  
میں چلنا ہے۔ اور زبان کی زنا گفتگو ہے۔ نفس  
تمنا اور خواہش کرتا ہے، آخر میں مضمی اعضا یا تو ان  
سب کی تصدیق کر دیتے ہیں یا تکذیب۔

نتیجہ نظر افس کا سب سے بڑا چوزنگاہ ہے، اس لیے قرآن اور حدیث دونوں سب سے پہلے اسی کی گرفتار  
کرتے ہیں۔ قرآن کہتا ہے:-

قُلْ لِلّٰهِ مَنِّینَ یَعْتَصِمْنَ مِنْ اَبْصَارِهِمْ  
و یَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِکَ اَنْزَلَ لِحُمْ  
لَانَ اللّٰهِ حَبِیْبًا بِمَا یَفْسُقُوْنَ - وَقُلْ لِلّٰهِ مَنِّیْنَ  
یَعْتَصِمْنَ مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ یَحْفَظْنَ  
فُرُوْجَهُمْ - (النور - ۴)

اے نبی مومن مردوں سے کہدو کہ اپنی نگاہوں کو  
غیر عورتوں کی دید سے (باز رکھیں اور اپنی شرمگاہوں  
کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ طریقہ  
ہے۔ جو کچھ کہتے ہیں اللہ اس سے باخبر ہے اور  
اے نبی مومن عورتوں سے بھی کہدو کہ اپنی نگاہوں کو

(غیر مردوں کی دید سے) باز رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

حدیث میں ہے:-

ابن اَدَمَ لَکَ اَوَّلُ نَظَرٍ وَاِیَّالَکَ  
وَالثَّانِیَ (الجصاص)

آدمی زادے! تیرے لیے پہلی نظر کی اجازت ہمیں  
مگر خبردار دوسری نظر نہ ڈالنا۔

حضرت علی سے فرمایا:-

یا علی لا تتبع النظر فی النظرۃ  
 اے علی ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ ڈالو  
 فان لك الاولیٰ و لیس لك الاخرۃ  
 پہلی نظر تو معاف ہے، مگر دوسری نظر نہیں۔  
 (ابوداؤد - باب ما یوریه من غض البصر)

حضرت جابر نے پوچھا کہ اچانک نظر پڑ جائے تو کیا کروں۔ فرمایا فوراً نظر پھیر لو۔ (ابوداؤد)

(باب مذکور)

جذبہ نمائش حسن اسی فتنہ نظر کا ایک شاخشاوہ بھی ہے جو عورت کے دل میں یہ خواہش پیدا کرتا ہے کہ اس کا  
 حُسن دیکھا جائے۔ یہ خواہش ہمیشہ جلی اور نمایاں ہی نہیں ہوتی۔ دل کے پردوں میں کہیں نہ کہیں نمائش  
 حسن کا جذبہ چھپا ہوا ہوتا ہے اور وہی لباس کی زینت میں، بالوں کی آرائش میں، باریک اور شوخ  
 کپڑوں کے انتخاب میں اور ایسے ایسے خفیف جذبیات تک میں اپنا اثر ظاہر کرتا ہے جن کا احاطہ ممکن  
 نہیں۔ قرآن نے ان سب کے لیے ایک جامع اصطلاح ”تبرج جاہلیہ“ استعمال کی ہے۔ ہر وہ زینت اور  
 ہر وہ آرائش جس کا مقصد شوہر کے سوا دوسروں کے لیے لذتِ نظر بنانا ہو، تبرجِ جاہلیت کی تعریف میں آجاتی  
 ہے۔ اگر تبرج بھی اس فرض کے لیے خوبصورت اور خوش رنگ انتخاب کیا جائے کرنگا ہیں اس سے  
 لذت یاب ہوں تو یہ بھی تبرجِ جاہلیت ہے۔ اس کے لیے کوئی قانون نہیں بنایا جاسکتا۔ اس کا تعلق عورت کے  
 اپنے ضمیر سے ہے۔ اُس کو خود ہی اپنے دل کا حساب لینا چاہیے کہ اس میں کہیں یہ ناپاک جذبہ تو چھپا  
 ہوا نہیں ہے۔ اگر ہے تو وہ اس حکمِ خداوندی کی مخالفت ہے کہ وَلَا تَبْرَجْنَ لِلْجَاهِلِیَّةِ  
 الْكُوْنِی (الاحزاب: ۴)۔ جو آرائش ہریری نیت سے پاک ہو، وہ اسلام کی آرائش ہے۔ اور جس میں  
 ذرہ برابر بھی بری نیت شامل ہو وہ جاہلیت کی آرائش ہے۔

فتنہ زبان شیطان نفس کا ایک دوسرا خطرناک ایجنٹ زبان ہے۔ کتنے ہی فتنے ہیں جو زبان کے

لئے ”اسلام سے پہلے جاہلیت زمانہ میں جس بناؤ شگھار کی نمائش تم کرتی پھرتی تھیں وہ اب نہ کرو“

ذریعہ سے پیدا ہوتے اور پھیلتے ہیں۔ مرد اور عورت بات کر رہے ہیں۔ کوئی بُرا جذبہ نمایاں نہیں ہے۔ مگر دل کا چھپا ہوا چور آوازیں صلاوات، لہجے میں لگاوٹ، باتوں میں گھلاوٹ پیدا کیے جا رہے۔ قرآن اس چور کو پکڑ لیتا ہے۔

اگر تمہارے دل میں خدا کا خوف ہے تو دبی زبان سے  
 اِنْ اَتَقَبْتُمْ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ  
 بات نہ کرو کہ جس شخص کے دل میں (دبستی کی) بیماری ہوگی  
 قَيْطَمَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَهْرٌ وَقُلْنَ قَوْلًا  
 وہ تم سے کچھ امیدیں وابستہ کر لیگا۔ بات کرو تو سیدھے  
 مَعْرُوفًا۔ (الاحزاب: ۴)۔

سادے طریقے سے کرو، اس طرح انسان انسان سے بات کیا کرتا ہے۔

یہی دل کا چور ہے جو دوسروں کے جائز یا ناجائز معنی تعلقات کا حال بیان کرنے میں بھی مزے لیتا ہے اور سننے میں بھی۔ اسی لطف کی خاطر مشق و محبت کے انسانے جھوٹ سج ملا کر جگر جگر بیان کیے جاتے ہیں اور سوسائٹی میں انکی اشاعت اس طرح ہوتی ہے جیسے پوٹے پوٹے آبیخ لگتی چلی جائے۔ قرآن اس پر بھی تنبیہ کرتا ہے۔

جو لوگ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے گروہ میں سیمائی  
 اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ  
 کی اشاعت ہو ان کے لیے دنیا میں بھی دردناک عذاب  
 الْفَاحِشَةُ فِي الْزَيْنِ اَمْنُوا لَهُمْ عَذَابٌ  
 ہے اور آخرت میں بھی۔ (النور: ۲)

فتنہ زبان کے اور بھی بہتے شے ہیں۔ اور ہر شعبہ میں دل کا ایک نہ ایک چور اپنا کام کرتا ہے۔ اسلام نے ان سب کا سراغ لگا لیا ہے اور ان سے خبردار کیا ہے۔

عورت کو اجازت نہیں کہ اپنے شوہر سے دوسری عورتوں کی کیفیت بیان کرے۔

عورت عورت کے خفا ملا نہ کرے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اسکی کیفیت  
 لَا تَبْأَشِرَنَّ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ حَتَّى تَصِفَ الزَّوْجَ الَّذِي  
 اپنے شوہر سے اس طرح بیان کرے کہ گویا وہ خود اسکو  
 كَأَنَّهُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا۔ (ترمذی۔ باب مباحات فی  
 دیکھ رہا ہے۔  
 كِرَاهِيَةِ مِبَاشَرَةِ الْمَرْأَةِ بِالْمَرْأَةِ)



عورت اور مردوں کو اس سے منع کیا گیا ہے کہ اپنے پوشیدہ ازدواجی معاملات کا حال دوسرے لوگوں کے سامنے بیان کریں، کیونکہ اس سے بھی فحش کی اشاعت ہوتی ہے۔ اور دلوں میں شوق پیدا ہوتا ہے۔ (ابوداؤد۔ باب مایکروہ من ذکر الرجل مایکون من اصابتہ اھلک۔) نماز جماعت میں اگر امام غلطی کرے، یا اس کو کسی حلوہ پر مقننہ کرنا ہو تو مردوں کو سبحان اللہ کہنے کا حکم ہے۔ مگر عورتوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ عرف دستک دیں زبان سے کچھ نہ بولیں۔ (ابوداؤد باب التصفیق فی الصلوٰۃ۔ وبخاری باب التصفیق للنساء)۔

فتنہ آواز | بسا اوقات زبان خاموش رہتی ہے، مگر دوسری حرکات سامع کو متاثر کیا جاتا ہے۔ اس کا تعلق بھی نیت کی خرابی سے ہے، اور اسلام اسکی بھی ممانعت کرتا ہے۔

وَلَا یَضْرِبَنَّ بِأَرْجُلِهَا حِلْمًا لِّیَعْلَمَنَّ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ نَزْوِیَاتِهِمْ (۷: ۲۴) - جو نیت انہوں نے چھپا رکھی ہے (یعنی جو زیورہ اندر چھپے ہوئے ہیں) اسکا حال معلوم ہو۔ (یعنی جھنکار سنائی دے)

فتنہ خوشبو | خوشبو بھی ان قاصدوں میں سے ایک ہے جو ایک نفس شریک کا پیغام دوسرے نفس شریک تک پہنچاتے ہیں۔ یہ خبر رسانی کا سب سے زیادہ لطیف ذریعہ ہے جس کو دوسرے تو خفیف ہی سمجھتے ہیں مگر اسلامی حیاء اتنی حساس ہے کہ اسکی طبع نازک پر یہ لطیف تحریک بھی گراں ہے۔ وہ ایک مسلمان عورت کو اسکی اجازت نہیں دیتی کہ خوشبو میں بے ہوشی کے کپڑے پہن کر راستوں سے گذرے یا محفلوں میں شریک ہو، کیونکہ اس کا حسن اور اسکی زینت پوشیدہ بھی رہی تو کیا ناکہ ہوا، اسکی عطریت تو فضا میں پھیل کر جذبات کو متحرک کر رہی ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا استعطرت فتحت بالمجلس فحی کذا یعنی نماز میں۔ (ترمذی باب ما جاء فی کراهیۃ خروج المنعطرۃ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت عطر لگا کر لوگوں کے درمیان گذرتی ہے وہ آواز ہم کی عورت ہے

جب تم میں سے کوئی عورت مسجد میں جائے  
تو خوشبو نہ لگائے۔

مردوں کے لیے وہ عطر مناسب ہے  
جس کی خوشبو نمایاں اور رنگ مخفی ہو۔ اور عورتوں  
کے لیے وہ عطر مناسب ہے جس کا رنگ  
نمایاں اور خوشبو مخفی ہو۔

اِذَا شَهِدَتْ اِحْدَاكَرَتِ  
الْمَسْجِدَ فَلَا تَمْسَسُ طَيْبًا۔ (موطاؤس)  
طیب الرجال ما ظهر مریحہ  
و خفی لونه و طیب النساء ما ظهر  
لونه و خفی مریحہ (ترمذی)۔ باب ما جاء  
فی طیب الرجال و النساء۔ و ابوداؤد۔ باب ما  
یکرہ من ذکر الرجال ما یکون من اصابته حمله۔

فتنہ عربیانی | ستر کے باب میں اسلام نے انسانی شرم و حیا کی جقدر صحیح اور مکمل نفسیاتی تعبیر کی ہے  
اس کا جواب دنیا کی کسی تہذیب میں نہیں پایا جاتا۔ آج دنیا کی مہذب ترین قوموں کا بھی یہ حال ہے کہ  
ان کے مردوں اور انکی عورتوں کو اپنے جسم کا کوئی حصہ کھول دینے میں باک نہیں۔ ان کے ہاں لباس  
محض زینت کے لیے ہے، ستر کے لیے نہیں ہے۔ مگر اسلام کی نگاہ میں زینت سے زیادہ ستر کی  
اہمیت ہے۔ وہ عورت اور مرد دونوں کو جسم کے وہ تمام حصے چھپانے کا حکم دیتا ہے جن میں ایک دوسرے  
کے لیے صنفی کشش پائی جاتی ہے۔ عربیانی ایک ایسی ناشائستگی ہے جس کو اسلامی حیا کی کسی حال میں  
بھی برداشت نہیں کر سکتی۔ غیر تو غیر اسلام اسکو بھی پسند نہیں کرتا کہ میاں اور بیوی ایک دوسرے  
کے سامنے برہنہ ہوں۔

جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس  
جاگڑا اس کو چاہیے کہ ستر کا لحاظ رکھے، بالکل گد مولا  
کی طرح دونوں ننگے نہ ہو جائیں۔

اِذَا اتَى اِحْدَاكُمْ اَهْلَهُ فَلْيَسْتَتِرُوا  
کَلَّا یَتَجَرَّدُوا وَ یَجْرِدُوا الْعِیْرَ مِنْ (ابن ماجہ)۔ باب  
التستور عند الجماع

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ

قالت عائشہ ما نظرت الی

فریح رسول اللہ صلعم قط۔ (شامل ترمذی) - صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی برہنہ نہیں دیکھا۔  
باب ماجاء فیہا رسول اللہ صلعم

اس سے بڑھ کر شرم و حیا یہ ہے کہ تنہائی میں بھی عریاں رہنا اسلام کو گوارا نہیں اس لیے کہ  
اللہ احمق ان لیستحیی منہ ۴۰ اللہ اس کا زیادہ حتی وار ہے کہ اس سے حیا کی جائے گا (ترمذی باب  
حفظ العورة)۔

حدیث میں آتا ہے کہ :-

یا اکرمہ والتعری فان معکم من لا یفککم  
الا عند الغائط وحین یقضی الرجل الی  
احلہ۔ فاستحیوہم واکرموہم۔  
ترمذی۔ باب ماجاء فی الاستتار عند الجماع)

خبردار کبھی برہنہ نہ رہو کیونکہ تمہارے ساتھ خدا کے  
فرشتے لگے ہوئے ہیں جو تم سے جدا نہیں ہوتے جو بھران اوقات  
کے جن میں تم فرغ حاجت کرتے ہو یا اپنی بیویوں کے پاس جاتے  
ہو۔ ہذا تم ان شرم کرو اور انکی عزت کا لحاظ رکھو۔

اسلام کی نگاہ میں وہ لباس و حقیقت لباس ہی نہیں جس میں سے بدن چھلکے اور ستر نہایا ہو۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نساء کاسیات عاریات مہیلات مایلات  
سرو صافن کالبعث المائلۃ لا یدخلن  
الجنة ولا یجدن سیریحاد مسلم۔ باب النساء  
اکاسیات العاریات)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورتیں کپڑے  
پہن کر بھی نکلی ہی ہیں، رومروں کو بھٹائیں، خود دوشوں پر  
یکھیں اور بختی اور کھیلنے سے گردن ٹیڑھی کر کے چلیں وہ  
جنت میں ہرگز داخل نہ ہوں گی بلکہ اس کی خوشبو  
بھی نہ پائیں گی۔

یہاں استیجاب مفصو نہیں۔ ہم نے صرف چند مثالیں اس عرض سے پیش کی ہیں کہ ان سے اسلام کے

معیار اخلاق اور اسکی اطلاق اسپرٹ کا اندازہ ہو جائے۔ اسلام سوسائٹی کے ماحول اور اسکی فضا کو  
فشار و منکر کی تمام تحریکات سے پاک کر دینا چاہتا ہے۔ ان تحریکات کا سرچشمہ انسان کے باطن میں ہے۔

عبرت ناک سزا کو دیکھ کر خوف زدہ ہو جائیں، کیونکہ قانون کا مقصد سوسائٹی کو جرائم سے پاک کرنا ہے  
 دیکھ کہ لوگ بار بار جرم کریں اور بار بار سزا بھگتیں۔

نظام معاشرت کی حفاظت کے لیے اسلامی تعزیرات نے جن افعال کو جرم متلزم سزا قرار  
 دیا ہے وہ صرف دو ہیں۔ ایک زنا۔ دوسرے قذف (یعنی کسی پر زنا کی تہمت لگانا)۔

حد زنا دل کے متعلق ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اخلاقی حیثیت سے یہ فعل انسان کی انتہائی  
 پستی کا نتیجہ ہے۔ جو شخص اس کا ارتکاب کرتا ہے وہ ذرا صل اس بات کا ثبوت دیتا ہے کہ اسکی انسانیت  
 حیوانیت سے مغلوب ہو چکی ہے اور وہ انسانی سوسائٹی کا ایک صالح رکن بن کر نہیں رہ سکتا۔ اجتماعی نقطہ  
 نظر سے یہ ان عظیم ترین جرائم میں سے ایک ہے جو انسانی تمدن کی عین بنیاد پر حملہ کرتے ہیں۔ ان جرموں سے  
 اسلام نے اسکو بجائے خود ایک قابل تعزیر جرم قرار دیا ہے، خواہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا جرم مثلاً جبر و اکراہ  
 یا کسی شخص غیر کی حق تلفی شریک ہو یا نہ ہو۔ قرآن مجید کا حکم یہ ہے کہ :-

النَّابِئَةُ وَالَّتِائِي فَاجْلِدُوا وَاٰلَ  
 وَاٰلِهِمْ مِمَّا مَآءٌ جَلْدًا وَّ لَا تَأْخُذْكُمْ  
 بِهَمَّا سَآءَةٌ فِي دِيْنٍ اللّٰهُ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ  
 بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَيْشَٰهَدَا عِنْدَ بَعْضَا  
 طَآئِفَةٍ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (النور: ۱)

زنا کا رورت اور زنا کار مرد دونوں میں سے ہر ایک کو  
 سو کوڑے مارو اور قانون الہی کے معاملہ میں تم کو ان پر ہرگز رحم  
 نہ کھانا چاہیے اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو۔  
 اور جب ان کو سزا دیجو تو مسلمانوں میں سے ایک جماعت  
 ان کو دیکھنے کے لیے حاضر ہے۔

اس باب میں اسلامی قانون اور مغربی قانون میں بہت بڑا اختلاف ہے۔ مغربی قانون زنا کو  
 بجائے خود کوئی جرم نہیں سمجھتا۔ اس کی نگاہ میں یہ فعل صرف اُس وقت جرم ہوتا ہے جب کہ اس کا  
 ارتکاب جبر و اکراہ کے ساتھ کیا جائے یا کسی ایسی عورت کے ساتھ کیا جائے جو دوسرے شخص کے نکاح میں ہو۔ بالفاظ  
 دیگر اس قانون کے نزدیک زنا خود جرم نہیں ہے بلکہ جرم دراصل جبر یا حق تلفی ہے۔ بخلاف اس کے

عبرت ناک سزا کو دیکھ کر خوف زدہ ہو جائیں، کیونکہ قانون کا مقصد سوسائٹی کو جرائم سے پاک کرنا ہے  
دیہ کہ لوگ بار بار جرم کریں اور بار بار سزا بھگتیں۔

نظام معاشرت کی حفاظت کے لیے اسلامی تعزیرات نے جن افعال کو جرم مستلزم سزا قرار  
دیا ہے وہ صرف دو ہیں۔ ایک زنا۔ دوسرے قذف (یعنی کسی پر زنا کی تہمت لگانا)۔

حد زنا | زنا کے متعلق ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اخلاقی حیثیت سے یہ فعل انسان کی انتہائی  
پستی کا نتیجہ ہے۔ جو شخص اس کا ارتکاب کرتا ہے وہ ذرا صل اس بات کا ثبوت دیتا ہے کہ اسکی انسانیت  
حیوانیت سے مغلوب ہو چکی ہے اور وہ انسانی سوسائٹی کا ایک صالح رکن بن کر نہیں رہ سکتا۔ اجتماعی نقطہ  
نظر سے یہ ان عظیم ترین جرائم میں سے ایک ہے جو انسانی تمدن کی عین بنیاد پر حملہ کرتے ہیں۔ ان جرموں سے  
اسلام نے اسکو بجائے خود ایک قابل تعزیر جرم قرار دیا ہے، خواہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا جرم مثلاً جبر اکراہ  
یا کسی شخص غیر کی حق تلفی شریک ہو یا نہ ہو۔ قرآن مجید کا حکم یہ ہے کہ :-

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ  
وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةً جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُمْ  
بِهِمَا سَاءَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ  
بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَيْشَأْهَذَا عَلَيْكُمَا  
طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ (النور: ۱)

زنا کار عورت اور زنا کار مرد دونوں میں سے ہر ایک کو  
سو کوڑے مارو اور قانون اپنی نگاہ میں تم کو ان پر ہرگز رحم  
نہ لکھنا چاہیے اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو۔  
اور جب ان کو سزا دیجائے تو مسلمانوں میں سے ایک جماعت  
ان کو دیکھنے کے لیے حاضر رہے۔

اس باب میں اسلامی قانون اور مغربی قانون میں بہت بڑا اختلاف ہے۔ مغربی قانون زنا کو  
بجائے خود کوئی جرم نہیں سمجھتا۔ اس کی نگاہ میں یہ فعل صرف اُس وقت جرم ہوتا ہے جب کہ اس کا  
ارتکاب جبر و اکراہ کے ساتھ کیا جائے کسی ایسی عورت کے ساتھ کیا جائے جو دوسرے شخص کے نکاح میں ہو۔ بالفاظ  
دیگر اس قانون کے نزدیک زنا خود جرم نہیں ہے بلکہ جرم و اصل جبر یا حق تلفی ہے۔ بخلاف اس کے

اسلامی قانون کی نظر میں فیصل خود ایک جرم ہے، اور جبر و اکراہ یا حتی غیر میں مداخلت سے اس پر ایک اور جرم کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس بنیادی اختلاف کی وجہ سے منرا کے باب میں بھی دونوں کے طریقے مختلف ہو جاتے ہیں۔ مغربی قانون زنا بالجبر میں صرف منرا کے قید پر اکتفا کرتا ہے، اور منکوہہ عورت کے ساتھ زنا کرنے پر صرف عورت کے شوہر کو تاوان کا مستحق قرار دیتا ہے۔ یہ منرا جرم کو روکنے والی نہیں بلکہ لوگوں کو اور جرات دلانے والی ہے۔ اسی لیے اُن ممالک میں جہاں یہ قانون رائج ہے، زنا کا ارتکاب بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ اسکے مقابلہ میں اسلامی قانون زنا پر ایسی سخت منرا دیتا ہے جو سوسائٹی کو اس جرم اور ایسے جرموں سے ایک طویل مدت کے لیے پاک کر دیتی ہے۔ جن ممالک میں زنا پر یہ منرا دی گئی ہے وہاں اس فعل کا ارتکاب کبھی عام نہیں ہوا۔ ایک مرتبہ حد شرعی کے جاری ہو جانے سے پورے ملک کی آبادی پر ایسی ہیبت چھا جاتی ہے کہ برسوں تک کوئی شخص اس کے ارتکاب کی جرأت نہیں کر سکتا۔ یہ مجرمانہ میلانات رکھنے والوں کو ذہن پر ایک طرح کا نفسیاتی آپریشن ہے جس سے اُن کے نفس کی خود بخود اصلاح ہو جاتی ہے۔ مغربی ضمیر سو کوڑوں کی منرا پر نفرت کا اظہار کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ وہ انسان کو جہاں تکلیف پہنچانا پسند نہیں کرتا، بلکہ اسکی اصلی وجہ یہ ہے کہ اسکے اخلاقی شعور کا نشوونما ابھی تک ناقص ہے۔ وہ زنا کو پہلے صرف ایک عیب سمجھتا تھا، اور اب اسے محض ایک کھیل، ایک لچکپھیل سمجھتا ہے جس سے دو انسان قہوڑی دیر کے لیے اپنا دل بہلا لیتے ہیں۔ اسی لیے وہ چاہتا ہے کہ قانون اس فعل سے رواداری برتے، اور اس وقت تک کوئی باز پرس نہ کرے جب تک زانی دوسرے شخص کی آزادی یا اس کے قانونی حقوق میں خلل انداز نہ ہو۔ پھر اس خلل اندازی کی صورت میں بھی وہ اسکو ایک ایسا جرم سمجھتا ہے جس سے بس ایک ہی شخص کے حقوق متاثر ہوتے ہیں، اس لیے معمولی منرا یا تاوان اس کے نزدیک ایسے جرم کی کافی منرا ہے۔

ظاہر ہے کہ جو شخص زنا کا یہ تصور رکھتا ہو وہ اس فعل پر سو کوڑوں کی منرا کو ایک ظالمانہ منرا ہی سمجھے گا

مگر جب اس کا اخلاقی و اجتماعی شعور ترقی کرے گا اور اس کو معلوم ہوگا کہ زنا خواہ بالرضا ہو یا بالجبر، اور خواہ بیاہی ہوئی عورت کے ساتھ ہو یا بن بیاہی کے ساتھ، پھر حال وہ ایک اجتماعی جرم ہے، اور پوری سوسائٹی پر اس کے نقصانات عائد ہوتے ہیں، تو سزا کے منعلق بھی اس کا نظریہ خود بخود بدل جائیگا۔ اسے تسلیم کرنا پڑے گا کہ سوسائٹی کو ان نقصانات سے بچانا ضروری ہے۔ اور چونکہ زنا کی تحریک کرنے والے اسباب انسان کی حیوانی جبلت میں نہایت گہری جڑیں رکھتے ہیں، اور ان جڑوں کو محض قید و بند اور مالی تادان کے زور سے نہیں اکھاڑا جا سکتا، لہذا اس کا سدباب کرنے کے لیے شدید تداویر استعمال کیے بغیر چارہ نہیں۔ ایک شخص یا دو شخصوں کو شدید جسمانی آزار پہنچا کر لاکھوں انخاص کو بے شمار اخلاقی اور عمرانی مضرتوں سے بچا دینا اس سے بہتر ہے کہ جرموں کو تکلیف سے بچا کر ان کی پوری قوم کو ایسے نقصانات میں مبتلا کیا جائے جو آئینوالی بے گناہ نسلوں تک بھی متواتر ہونے والے ہوں۔

سو کوڑوں کی سزا کو ظالمانہ سزا قرار دینے کی ایک وجہ اور بھی ہے جو مغربی تہذیب کی بنیاد پر غور کرنے سے آسانی سمجھ میں آسکتی ہے۔ جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں اس تہذیب کی ابتدا ہی مجاہد کے مقابلہ میں فرد کی حمایت کے جذبہ سے ہوئی ہے اور اس کا سارا خمیر انفرادی حقوق کے ایک مبالغہ آمیز تصور سے تیار ہوا ہے، اسی لیے فرد خواہ جماعت پر کتنا ہی ظلم کرے، اہل مغرب کو کچھ زیادہ ناگوار نہیں ہوتا بلکہ اکثر حالات میں وہ اسے بخوشی گوارا کرتے ہیں، البتہ جماعتی حقوق کی حفاظت کے لیے جب فرد پر ہاتھ ڈالا جاتا ہے تو انکے رو گئے ٹکڑے ہونے لگتے ہیں اور انکی ساری ہمدردیاں جماعت کے بجائے فرد کے ساتھ ہوتی ہیں۔ علاوہ بریں تمام اہل جاہلیت کی طرح جاہلیت مغرب کے پیروں کی بھی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ وہ معقولانہ کے بجائے محسوسات کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ جو نقصان ایک فرد پر مرتب ہوتا ہے وہ چونکہ محدود شکل میں محسوس طور پر ان کے سامنے آتا ہے اسی لیے وہ اسے ایک امر عظیم سمجھتے ہیں۔ بخلاف انکے وہ اس نقصان کی اہمیت کا ادراک نہیں کر سکتے جو وسیع پیمانے پر تمام سوسائٹی اور اسکی آئندہ نسلوں

کو پہنچتا ہے کیونکہ وہ اپنی وسعت اور اپنی دوررسی کی بنا پر محسوس نہیں ہوتا۔

حرف ذقن اذنا کے جو نقصانات ہیں، انہی سے ملتے جلتے نقصانات تہمت و نفاق ذقن کے بھی ہیں۔ کسی شریف عورت پر ذقن کی جھوٹی تہمت لگانا تہما اسی ایک کے لیے بدنامی کا موجب نہیں بلکہ اس کے خاندانوں میں دشمنی پھیلتی ہے، انساب تبہ ہو جاتے ہیں، ازدواجی تعلقات میں خرابی واقع ہوتی ہے، اور ایک شخص محض ایک مرتبہ زبان ہلا کر پیسوں انسانوں کو برسوں کے لیے مبتلائے عذاب کر دیتا ہے۔ قرآن نے اس جرم کے لیے بھی سخت سزا تجویز کی ہے۔

اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر لازم لگائیں پھر جاگوں  
اس ثبوت میں نہ پیش کریں ان کو انسی کوڑے لگاؤ  
اور آئینہ کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو۔ ایسے لوگ  
خود ہی بدکار ہیں۔

وَالَّذِينَ يَبْمُؤُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ  
لَمَّا لَوَّا بِأَنفُسِهِنَّ كَدَّآءَ نَجْدٍ وَهُمْ  
ثُمَّ لَمَّا لَوَّا بِأَنفُسِهِنَّ كَدَّآءَ نَجْدٍ وَهُمْ  
أَبْدًا أَوْ أَوْلَادِهِمْ الْعَاسِفُونَ (النور: ۱)

### انسدادی تدابیر

اس طرح اسلام کا قانون فوجداری اپنی سیاسی طاقت سے ایک طرف تو بدکاری کو زبردستی روک دیتا ہے، اور دوسری طرف سوسائٹی کے شریف ارکان کو بدنیت لوگوں کی بدن بانی سے بھی محفوظ کر دیتا ہے۔ اسلام کی اخلاقی تعلیم انسان کو اندر سے درست کرتی ہے تاکہ اس میں بدی اور گناہ کی طرف رجحان ہی پیدا نہ ہو، اور اس کا تعزیری قانون اس کو باہر سے درست کرتا ہے، تاکہ اخلاقی تربیت کے ناقص رہ جانے سے اگر اس قسم کے رجحانات پیدا ہو جائیں، اور وہ قوت سے فعل میں آنے لگیں تو ان کو بجز روک دیا جائے۔ ان دونوں تدبیروں کے درمیان چند مزید تدبیریں اس غرض کے لیے اختیار کی گئی ہیں کہ اصلاح باطن کی اخلاقی تعلیم کے لیے مددگار ہوں۔ ان تدبیروں سے نظام معاشرت کو اس طرح درست کیا گیا ہے کہ اخلاقی تربیت کے نقائص سے جو کمزوریاں افراد جماعت میں باقی رہ جائیں ان کو



ترقی کرنے اور توحید سے فعل میں آنے کا موقع ہی نہ مل سکے۔ سو سائیکٹی میں ایک ایسا ماحول پیدا ہو جائے جس میں بڑے میلانات کو نشوونما دینے والی آب ہوا مفقود ہو، ایسا انگریز تفریقات ناپید ہوں، صنعتی انقلاب کے اسباب انتہائی حد تک کم ہو جائیں، اور ایسی تمام صورتوں کا سدباب ہو جائے جن سے نظام تمدن میں برہمی پیدا ہونے کا امکان ہو۔

اب ہم تفصیل کے ساتھ ان تبدیروں میں سے ایک ایک کو بیان کرتے ہیں۔

لباس اور ستر کے احکام | اصلاح معاشرت کے سلسلہ میں اسلام کا پہلا کام یہ ہے کہ اس نے برہمنی کا استیصال کیا اور مردوں اور عورتوں کے لیے ستر کے حدود مقرر کر دیے۔ اس معاملہ میں عرب جاہلیت کا جو حاصل تھا، آج کل کی مہذب ترین قوموں کا حال اس سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے۔ وہ ایک دوسرے کے سامنے بے تکلف ننگے ہو جاتے تھے۔ غسل اور قضا و حاجت میں پرودہ کرنا ان کے نزدیک غیر ضروری تھا۔ کعبہ کا طواف بالکل برہنہ ہو کر کیا جاتا تھا اور اسے ایک اچھی عبادت سمجھا جاتا تھا۔ عورتیں تک طواف کے وقت برہنہ ہو جاتی تھیں۔ ان کی عورتوں کا لباس ایسا تھا جس میں سینہ کا کچھ حصہ کھلا رہتا تھا اور بازو کمر اور پتلیوں کے بھی بعض حصے کھل جاتے تھے۔ بالکل ہی کیفیت آج یورپ، امریکہ اور جاپان کی بھی ہے، اور مشرقی

سے حدیث میں آیا ہے کہ حضرت سوربن غزہ ایک پتھر اٹھائے ہوئے آرہے تھے۔ راستہ میں تہ بند کھل کر پڑا اور وہ اسی حال میں پتھر اٹھائے چلے آئے۔ آنحضرت نے دیکھا تو فرمایا کہ جاؤ پہلے اپنا جسم ڈھانکو اور ننگے نہ پھرا کرو (مسلم باب الاقناب بحفظ العورہ)

سے ابن عباس، مجاہد، طاؤس اور زہری کی تفسیر روایت ہے کہ کعبہ کا طواف برہمنی کی حالت میں کیا جاتا تھا۔

سے مسلم کتاب تفسیر میں عرب کی یہ رسم بیان کی گئی ہے کہ ایک عورت برہنہ ہو کر طواف کرتی، پھر حاضرین کہتی کہ کون لہو لہو ایک پڑاؤ لگا تاکہ میں اسے اپنا بدن ڈھانکوں اس طرح مانگنے والی کو پڑاؤ دینا ایک ثواب کا کام سمجھا جاتا تھا۔

سے تفسیر کبیرہ - آیہ ولیدضربن مجنم من علی جیوہین۔

ممالک میں بھی کوئی نظام معاشرت ایسا نہیں ہے جس میں کشف وستر کے حدود باقاعدہ مقرر کیے گئے ہوں۔

اسلام نے اس باب میں انسان کو تہذیب کا پہلا سبق دیا۔ اس نے بتایا کہ :-

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَدْ اُنزِلْنَا عَلَيْكُمْ ذِكْرًا مِّنْ لَّدُنَّا  
يُوَدِّعُ اِيْرَآءَ سَوَآءِكُمْ وَمِنْ اٰثِمًا (۱۱۰ عات ۳۰)

اے اولاد آدم اللہ نے تم پر لباس اسی لیے اتارا ہے کہ تمہارے جسموں کو ڈھانکے اور تمہارے لیے موجب زینت ہو۔

اس آیت کی رو سے جسم ڈھانکنے کو ہر مرد و عورت کے لیے فرض کر دیا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت احکام دیے کہ کوئی شخص کسی کے سامنے برہنہ نہ ہو۔

ملعون ہے وہ جو اپنے بھائی کے ستر پر نظر ڈالے۔

ملعون من نظر الى سواته اخيه  
(احکام القرآن لمبعض)

کوئی مرد کسی مرد کو اور کوئی عورت کسی عورت کو برہنہ نہ دیکھے۔

لا ينظر الرجل الى عورة الرجل ولا المرأة الى عورة المرأة  
باب تحريم النظر الى العورات

خدا کی قسم میں آسمان سے پھینکا جاؤں اور میرے

لان اخر من السماء فانقطع نصفيں۔ جب

دو ٹکڑے ہو جائیں یہ میرے لیے زیادہ بہتر ہے نسبت

الى من ان النظر الى عورة احد او ينظر

اسکے کہ میں کسی پر شیدہ مقام کو دیکھوں یا کوئی میرے پر شیدہ مقام کو دیکھے۔

الى عورتى (البسوة کتاب الہ استحسان)

خبردار رکھی برہنہ نہ رہو کیونکہ تمہارے ساتھ وہ ہے جو تم سے

دیا کہم والتعسرى فان معكم من لا يفتاركم

کبھی جدا نہیں ہوتا۔ سوائے قضا حاجت اور مباشرت

الا عند العائط وحين يفضى الرجل الى اهلك

کے وقت کے۔

(ترجمی باب ما جانی استتار)

جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس جائے تو اس وقت

اذا اتى احدكم اهله فليستزوا ولا يتجورد

بھی ستر ڈھانکے اور بالکل گد ہوں کی طرح نہ ننگا نہ ہو جائے۔

تجورد العيرين (ابن امیر باب التستر عند البهلع)

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زکوٰۃ کے اونٹوں کی چراگاہ میں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ

ان کا چرواہا جنگل میں ننگا بیٹا ہے۔ آپ نے اسی وقت اسے معزول کر دیا اور فرمایا لا یصل لسانہ من لاحتیاء لہ۔ جو شخص بے شرم ہے وہ ہمارے کسی کام کا نہیں ہے۔

مردوں کے لیے ستر کے حدود [ان احکام کے ساتھ عورتوں اور مردوں کے لیے جسم ڈھانکنے کے حدود بھی الگ الگ مقرر کیے گئے۔ اصطلاح شرعی میں حکم اس حصے کو ستر کہتے ہیں جس کا ڈھانکنا فرض ہے۔ مردوں کے لیے ناف اور گھٹنے کے درمیان کا حصہ ستر، قرار دیا گیا، اور حکم دیا گیا کہ اس کو نہ کسی کے سامنے کھولیں نہ کسی دوسرے شخص کے اس حصہ پر نظر ڈالیں۔

جو کچھ گھٹنے کے اوپر ہے وہ چھپانے کے لائق ہے اور جو کچھ ناف سے نیچے ہے وہ چھپانے کے لائق ہے۔

عن ابی ایوب الانصاری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما فوق الرکبتین من العورتہ واسفل من

السترۃ من العورتہ (دارقطنی)

مرد کے لیے ناف سے گھٹنے تک کا حصہ چھپانے کے لائق ہے اور اپنی ران کو کسی کے سامنے نہ کھولے اور نہ کسی زندہ یا مردہ شخص کی ران پر نظر ڈالے۔

عورتہ الرجل ما بین سرتہ الی رکتہ (ترمذی)

عن علی ابن ابی طالب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

تبرنہ فخذک ولا تنظر الی فخذی ولا

میدت (تفسیر کبیر آیۃ قل للؤمنین یغضوا من اجسامہم)

یہ حکم عام ہے جس سے بیویوں کے سوا اور کوئی مستثنیٰ نہیں، چنانچہ حدیث میں ہے۔

اپنے ستر کی حفاظت کرو بجز اپنی بیویوں کے اور ان لوگوں کو جو تمہارے تصرف میں ہوں۔

(حفظ عورتک الا من نر و جنتک اذی)

ملکت یمینک (احکام القرآن للجصاص جلد ۳ ص ۳۳)

عورتوں کے لیے ستر کے حدود [عورتوں کے لیے ستر کے حدود اس سے زیادہ وسیع رکھے گئے۔ ان کو حکم دیا گیا کہ اپنے چہرے اور ہاتھوں کو تمام جسم کو تمام لوگوں سے چھپائیں۔ اس حکم میں باپ، بھائی اور تمام رشتہ دار مرد۔ شامل ہیں، اور شوہر کے سوا کوئی مرد اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی ایسی عورت لیے جو اللہ اور پریم آخر پر ایمان رکھتی ہو جائز نہیں کہ وہ اپنا ہاتھ اس سے زیادہ کھولے۔ یہ کہہ کر آپ نے اپنی کلائی کے نصف حصے ہاتھ رکھا۔

لڑکی جب بالغ ہو جائے تو اس کے جسم کا کوئی حصہ نظر نہ آتا چاہے سوراخ چہرے اور کلائی کے جو ٹرنک ہاتھ کے۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں اپنے بھتیجے عبداللہ بن الطفیل کے سامنے زینت کے ساتھ آئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ناپسند کیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو میرا بھتیجی ہے۔ حضور نے فرمایا۔

جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کے لیے جائز نہیں کہ اپنے جسم میں سے کچھ ظاہر کرے سوائے چہرے کے اور سوراخ اس کے۔ یہ کہہ کر آپ نے اپنی کلائی پر اس طرح ہاتھ رکھا کہ آپ کی گرفت کے مقام اور ہتھیلی کے درمیان

لا یجلی لامرأة قوم من باللہ والیق الاخر  
ان تخرج یدھا الا انی ہاھنا وقبض  
نصف الذراع۔ (ابن جریر)

الجارية اذا حاضت لیصل  
ان یرطنھا الا وجمھا ویدھا الی المفصل۔  
(ابن جریر)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں اپنے بھتیجے عبداللہ بن الطفیل کے سامنے زینت کے ساتھ آئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ناپسند کیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو میرا بھتیجی ہے۔ حضور نے فرمایا۔

اذا عرقت المرأة لم یجل لھان ظھم  
الا وجمھا والا مادون ہذا وقبض علی  
ذراع نفسہ فترک ین قبضتہ و ین  
اکف مثل قبضة اخرى۔ (ابن جریر)  
حرف ایک مٹھی بھر جگہ باقی تھی۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سالی تھیں، ایک مرتبہ آپ کے سامنے باریک لباس پہن کر حاضر ہوئیں اس حال میں کہ جسم اندر سے جھلک رہا تھا۔ حضور نے فوراً نظر پھیر لی اور فرمایا۔

اے اسماء عورت جب سن طبع کو پہنچ جائے تو درست نہیں کہ اسکے جسم میں کچھ دیکھا جائے اور اسکے اس کے۔ یہ کہہ کر آپ نے اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ فرمایا۔

یا اسماء ان المرأة اذا بلغت الحیض  
لم یصلح ان یرئ منها الا ہذا وھذا وانشا  
انی وجمہ وکفہ وکلمة فنی التذیر

حفصہ بنت عبدالرحمن حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور وہ ایک باریک روپٹہ اور ٹہے ہوئے تھیں۔ حضرت عائشہ نے اس کو بھاڑ دیا اور ایک موٹی اور صنی ان پر ڈالی (موطار امام مالک)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لعن اللہ انکاسیات الاعاریات۔ اللہ کی لعنت ہے ان عورتوں پر جو لباس پہن کر بھی تنگی کی تنگی رہیں۔

حضرت عمر کا ارشاد ہے کہ اپنی عورتوں کو ایسے کپڑے نہ پہناؤ جو جسم پر اس طرح چسٹ ہوں کہ سارے جسم کی ہئیت نمایاں ہو جائے (المبسوط - کتاب استحسان)

ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ چہرے اور ہاتھوں کے سوا عورت کا پورا جسم ستر میں داخل ہے جس کو اپنے گھر میں اپنے قریب ترین عزیزوں سے بھی چھپانا اس پر واجب ہے۔ وہ شوہر کے سوا کسی کے سامنے اپنے ستر کو نہیں کھول سکتی خواہ وہ اس کا باپ، بھائی، یا بھتیجا ہی کیوں نہ ہو۔ حتیٰ کہ وہ ایسا باریک لباس بھی نہیں پہن سکتی جس میں سے ستر نمایاں ہونا ہو۔

اس باب میں جتنے احکام ہیں وہ سب جوان عورت کے لیے ہیں۔ ستر کے احکام اس وقت سے عائد ہوتے ہیں جب عورت سن رنند کے قریب پہنچ جائے، اور اس وقت تک نافذ رہتے ہیں جب تک اس میں منفی کشش باقی رہے۔ اس عمر سے گزر جانے کے بعد احکام میں تخفیف کر دی جاتی ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے -

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الَّتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا  
فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ  
غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ وَاَنْ يَسْتَغْفِفْنَ  
خَيْرٌ لَّهُمْ (النور: ۸)

اور بڑھی بوڑھی عورتیں جو نکاح کی امید نہیں رکھتیں  
اگر اپنے روپٹے اتار رکھ کریں تو اس میں کوئی مضائقہ  
نہیں بشرطیکہ اپنی زینت کی نمائش مقصود نہ ہو۔ اور اگر  
وہ احتیاط رکھیں تو یہ ان کے لیے بہتر ہے۔

یہاں تخفیف کی علت صائبان کر دی گئی ہے۔ نکاح کی امید باقی نہ رہنے سے ایسی عمر مردہ جس میں منعی خواہشات فنا ہو جاتی ہیں اور کوئی کشش بھی باقی نہیں رہتی۔ تاہم مزید احتیاط کے طور پر یہ شرط لگا دی گئی کہ زینت کی غائش مقصود نہ ہو۔ یعنی اگر منعی خواہشات کی ایک چنگاری بھی سینہ میں باقی ہو تو روپٹہ و پیرہ اتار کر بیٹھنا درست نہیں۔ تخفیف صرف ان بڑی بوڑھیوں کے لیے جن کو سن رسیدگی نے لباس کی قیود سے بے پروا کر دیا ہو اور جن کی طرف بوجہ احترام کی نظروں کے اور کسی قسم کی نظریں اٹھنے کا کوئی امکان نہ ہو۔ ایسی عورتیں گھر میں بغیر روپٹے اور اوڑھنی کے بھی رہ سکتی ہیں۔

استیذان اس کے بعد دوسری حد یہ قائم کی گئی کہ گھر کے آدمیوں کو بلا اطلاع اچانک گھروں میں داخل ہونے سے منع کر دیا گیا تاکہ عورتوں کو کسی ایسے حال میں نہ دیکھیں جس میں مردوں کو انھیں نہ دیکھنا چاہیے۔

وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوا  
اور جب تمہارے لڑکے سن بلوغ کو پہنچ جائیں تو پہلے

كَمَا اسْتَأْذَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ (النور: ۵)

کہ وہ اسی طرح اجازت لے کر گھر میں آئیں جس طرح ان کے بڑے ان سے پہلے اجازت لے کر آتے تھے۔

یہاں بھی علت حکم پر روشنی ڈال دی گئی ہے۔ استیذان کی حد اسی وقت سے شروع ہوتی ہے جبکہ منعی احساس پیدا ہو جائے۔ اس سے پہلے اجازت مانگنا ضروری نہیں۔

اس کے ساتھ غیر لوگوں کو بھی حکم دیا گیا ہے کہ کسی گھر میں بلا اجازت داخل نہ ہوں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا  
اے اہل ایمان! اپنے گھروں کو اور مردوں کے

غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا وَتَسَلِّمُوا  
گھروں میں داخل نہ ہو جب تک کہ اہل خانہ سے چوچھ

عَلَىٰ آخِلْهَا۔ (النور: ۲)

نہ لو اور جب داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کرو۔

اصل مقصد اندرون خانہ اور بیرون خانہ کے درمیان حد بندی کرنا ہے تاکہ اپنی خانگی زندگی میں عورتیں اور مرد اجنبیوں کی نظروں سے محفوظ رہیں۔ اہل عرب ابتدا میں ان احکام کی علت کو نہ سمجھ

سکے، اس لیے بسا اوقات وہ گھر کے باہر سے گھروں میں جھانک لیتے تھے۔ ایک مرتبہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی یہ واقعہ پیش آیا۔ آپ اپنے مجرہ میں تشریف رکھتے تھے۔ ایک شخص نے ماہرا میں سے جھانکا۔ اس پر آپ فرمایا: "اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تو جھانک رہا ہے تو میں تیری آنکھ میں کوئی چیز چھو دیتا۔ استیذان کا حکم تو نظروں سے بچانے ہی کے لیے دیا گیا ہے" اس کے بعد آپ نے اعلان فرمایا کہ "مگر کوئی شخص کسی کے گھر میں بلا اجازت دیکھے تو گھروں کو حتیٰ ہے کہ اسکی آنکھ پھوڑ دیں"۔

پھر اجنبی مردوں کو حکم دیا گیا کہ کسی دوسرے کے گھر سے کوئی چیز مانگنی ہو تو گھروں میں نہ چلے جائیں بلکہ باہر پردے کی اوٹ سے مانگیں۔

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسَلُّوهُنَّ مِنْ  
 قُرْبِ أَوْ حِجَابٍ ذَٰلِكُمْ أَطْمَرُ لِقُلُوبِكُمْ  
 قُلُوبِكُمْ (الاحزاب: ۱۴)

اور جب تم عورتوں سے کوئی چیز مانگو تو پردے کی  
 اوٹ سے مانگو۔ اس میں تمہارے دلوں کے لیے بھی زیادہ  
 پائیزگی ہے اور ان دلوں کے لیے بھی۔

یہاں بھی حد بندی کے مقصد پر ذاکمرا اطمر لقلوبکم وقلوبھن سے پوری روشنی ڈالی گئی ہے۔ عورتوں اور مردوں کو صنفی میلانات اور تزکیات سے بچانا ہی اصل مقصود ہے، اور یہ حد بندی اسی لیے کی جا رہی ہے کہ عورتوں اور مردوں کے درمیان خلا ملا اور بے تکلفی نہ ہونے پائے۔

یہ احکام صرف اجانب ہی کے لیے نہیں بلکہ گھر کے خدام کے لیے بھی ہیں۔ چنانچہ روایت میں آیا ہے کہ حضرت بلال یا حضرت انس نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی کسی بچے کو مانگا تو آپ نے پردے کے پیچھے سے ہاتھ بڑھا کر دیا، حالانکہ یہ دونوں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام خاص تھے اور

۱۔ بخاری۔ باب الاستیذان من اجل البصر۔

۲۔ مسلم باب تعزیم النفرتی بیت غیرہ۔

۳۔ فتح القدیر۔

آپ کے پاس گھروالوں کی طرح رہتے تھے۔

تخلیہ اور لمس کی ممانعت | تیسری حد بندی یہ کی گئی کہ شوہر کے سوا کوئی مرد کسی عورت کے پاس نہ تخلیہ میں رہے اور نہ اس جسم کو مس کرے خواہ وہ قریب ترین عزیز ہی کیوں نہ ہو۔

عن عقبہ بن عامر ان رسول اللہ صلعم قال یا کم والدخول علی النساء فقال رجل من انصار یا رسول اللہ افرا بیت العمود قال العمود الموت لا تلجوا علی المغیبات فان الشیطان یجری من احدکم مجری الدم

عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا خبردار عورتوں کے پاس نہ تنہائی میں جاؤ۔ انصار سے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! کچھ اور بیٹھ کے متعلق کیا ارشاد ہے۔ فرمایا وہ تو موت ہے۔

عن عمرو بن عاص قال نہانا رسول اللہ صلعم ان ندخل علی النساء بغیر اذن ازواجہن

شوہروں کی غیر موجودگی میں عورتوں کے پاس جاؤ کہیں نہ شیطاں تم میں سے کسی اندر خون کی طرح گردش کر رہا ہے۔

عن عمرو بن عاص قال نہانا رسول اللہ صلعم ان ندخل علی النساء بغیر اذن ازواجہن

لا یدخلن رجل بعد یوم ھذا علی مغیبة الا ومعہ رجل او اتان مسلم۔ باب تحريم الخوة بالانثیة

آج کے بعد کوئی شخص کسی عورت کے پاس اسکے شوہر کے غیاب میں نہ جائے تا وقتیکہ اس کے ساتھ ایک دو آدمی اور نہ ہوں۔

ایسے ہی احکام کس کے متعلق بھی ہیں۔

قال النبی صلعم من مس کف امرأة لیس متحلاً

حضور نے فرمایا جو شخص کسی ایسی عورت کا ہاتھ چھو گیا جسکے

لہ ترمذی باب ماجاء فی کراہیۃ الدخول علی المغیبات۔ بخاری: باب لا یخلون رجل بامرأة الا ذو عزم مسلم: باب تحريم الخوة بالانثیة

لہ ترمذی باب کراہیۃ الدخول علی المغیبات لہ ترمذی: باب فی انہی عن الدخول علی النساء الا باذن ازواجہن۔



بسبب وضع علی کفہ جمعۃ القبیۃ۔  
 (مذکورہ تصحیح القیامۃ)

ساتھ اس کا تعلق نہ ہو، اسکی بہتلی پر قیامت کے روز  
 اٹکارا رکھا جائیگا

حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے صرف ذبانی اقرار کے بیعت لیا کرتے  
 تھے۔ ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں نہ لیتے تھے۔ آپ نے کبھی کسی ایسی عورت کے ہاتھ کو مس نہیں کیا جو آپ کے  
 نکاح میں نہ ہو۔

اُمّیہ بنت رقیقہ کا بیان ہے کہ میں چند عورتوں کے ساتھ حضور سے بیعت کرنے حاضر ہوئی۔  
 آپ نے ہم سے اقرار لیا کہ شرک، چوری، زنا، بہتان، زانیہ اور بیعت کی نافرمانی سے احتراز  
 کرنا۔ جب اقرار ہو چکا تو ہم نے عرض کیا کہ شریف لائیے تاکہ ہم آپ سے بیعت کریں۔ آپ نے فرمایا میں  
 عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔ صرف ذبانی اقرار کافی ہے۔

یہ احکام بھی صرف جوان عورتوں کے لیے ہیں۔ سن رسیدہ عورتوں کے ساتھ خلوت میں بیٹھنا جائز  
 ہے اور انکو چھونا بھی ممنوع نہیں۔ چنانچہ حضرت ابو بکر کے متعلق منقول ہے کہ وہ ایک قبیلہ میں جاتے تھے جہاں  
 انہوں نے دودھ پیاتھا اور آپ اس قبیلہ کی بوڑھی عورتوں سے مصافحہ کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن زبیر کے  
 متعلق یہ روایت ہے کہ وہ ایک بوڑھی عورت سے پاؤں اور سر دبوایا کرتے تھے۔ یہ امتیاز جو بوڑھی اور  
 جوان عورتوں کے درمیان کیا گیا ہے، خود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دراصل دونوں منقولوں کے درمیان  
 ایسے اختلاف کو روکن مقصود ہے جو فتنے کا سبب بن سکتا ہو۔

مخبروں اور غیر مخبروں کے درمیان فرق یہ تو وہ احکام تھے جن میں شوہر کے سوا تمام مرد شامل ہیں خواہ وہ مخبر  
 یا غیر مخبر۔ عورت ان میں سے کسی کے سامنے اپنا ستر یعنی چہرے اور ہاتھ کے سوا جسم کا کوئی حصہ نہیں کھول  
 سکتی بالکل اسی طرح جس طرح مرد کسی کے سامنے اپنا ستر یعنی ناف اور گھٹنے کے درمیان کا حصہ نہیں کھول

۱۔ بخاری باب بیعتہ النساء، سلم، باب کیفیت بیعتہ النساء۔

۲۔ نسائی باب بیعتہ النساء۔ ابن ماجہ باب بیعتہ النساء۔

سکتا)۔ سب مردوں کو گھر میں اجازت گزارا جاتا ہے۔ اور ان میں سے کسی کا عورت کے پاس خلوت میں بیٹھنا یا اسکے جسم کو ہاتھ لگانا جائز نہیں ہے۔

اسکے بعد عروں اور غیر عروں کے درمیان تفریق کی جاتی ہے۔ قرآن اور حدیث میں تفصیل کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ آزادی اور بے تکلفی کے کونسے مواقع ایسے ہیں جو عرف عروں کے سلسلے سے جڑے جاسکتے ہیں اور غیر عروں کے سامنے پرستے جائز نہیں ہیں۔ یہی چیز ہے جبکہ عرف عام میں پردہ یا حجاب کے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اسے جسم کو ہاتھ لگانے کے معاملہ میں عروں اور غیر عروں کے درمیان کافی فرق ہے۔ جانی اپنی بہن کا ہاتھ پکڑ کر اسے سواری پر چڑھایا انکار سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بات کسی غیر مرد کے لیے نہیں ہے۔ آنحضرت صلیم جب کبھی سفر سے واپس آتے تو حضرت فاطمہ کو گھنگھار کر رکھتے تھے۔ اسی طرح حضرت ابو بکر حضرت عائشہ کے سر کا بوسہ دیتے تھے۔